35

ایمان کی حفاظت کرو اور اعمال میں دوام پیدا کرو

(فرمودہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو میں بعض پچھلے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر جو کام کیا اس کے متعلق معیار نبوت کے مطابق بعض امور بیان کر رہا تھا اور ابھی بعض امور باقی ہیں۔ جن کا بیان کرنا ضروری ہے لیکن آج میں ایک ضرورت کے لئے مضمون کو بدل کر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس پر توجہ دلانا میرے نزدیک نہایت ضروری ہے۔

ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ جو بہت ہی قیمتی ہے۔ اگر واقعہ میں کوئی خدا ہے۔ اگر واقعہ میں ہم اس کی مخلوق ہیں۔ اگر واقعہ میں انسان خدا کا ایسا قرب حاصل کر سکتا ہے کہ خدا کا جلوہ گاہ بن جائے۔ تو ایمان سے قیمتی اور کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں لوگوں کو جان پیاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ باتیں اگر صحیح ہیں اور ہر مسلمان اقرار کرتا ہے کہ وہ ان کو صحیح سمجھتا ہے تو پھر جان کی ایمان کے مقابل میں کیا قیمت ہے۔ جان کی اگر خواہش ہے تو اس لئے کہ وہ کوئی اچھی چیز حاصل کرے۔ زندگی کی خواہش اچھے احساسات کے لئے ہے۔ ورنہ جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ دنیا میں اس کے لئے تکلیف ہی تکلیف ہے تو خود کشی کرلیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی خواہش نیک احساس سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ حالت ہے تو پھر زندگی بغیر ایمان کے کچھ نہیں رہ جاتی۔ سوائے غلط، تکلیف دہ، غم پیدا کرنے والے گندے اور ناپاک احساسات کے اور کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔ پس ایسی صورت میں جان کی ایمان کے مقابل میں کوئی قیمت نہیں بلکہ بسا اوقات زندگی کی خواہش وبال جان ہو جاتی ہے۔ پس اگر وہ اس قسم کے امور پر خیال کرے۔ تو زندہ رہنے کو وہ مصیبت خیال کرے گا نہ کہ خوشی۔ علاوہ ازیں اگر اگلی زندگی کو مدنظر رکھا جائے۔ تو پھر اس دنیا کی زندگی کو زندگی کہنا ہی غلط

ہوگا۔ کیونکہ یہ زندگی درحقیقت اس زندگی کے مقابلے میں جو کہ اگلے جہان کی زندگی ہے اور دائمی ہے کوئی قدر نہیں رکھتی اور اس کے سامنے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ وہ عارضی نہیں مستقل ہے اور نہ ہی وہ اس کی طرح فانی ہے بلکہ وہ دائمی ہے۔

دنیا میں کون سا شخص ہوگا۔ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ کوئی بھی ایسا نہیں۔ اگر کسی کے پاس اور کچھ نہیں تو ایک باریک چیتھڑا ستر ڈھانکنے کے لئے ضرور ہوگا۔ یہ بھی نہ سہی۔ انسان کے بالوں اور ناخنوں وغیرہ کی بھی قیمت ہے۔ ناخن اور بال بھی فروخت ہوتے ہیں بلکہ انسان کا وہ فضلہ بھی فروخت ہوتا ہے جس سے کھیتیاں ہوتی ہیں۔ پس اگر کوئی مادر زاد ننگا بھی ہو۔ تو بھی اس کے پاس اس قسم کی چیزیں ہوں گی - پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کو مالدار نہیں کہتے۔ اسی لئے کہ وہ مال میں قلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کثرت کے لحاظ سے نام رکھے جاتے ہیں اور جسے ہم امیر کہتے ہیں۔ مال کی کثرت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جب یہ بات ہے کہ کثرت کے سبب نام رکھے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ عرصہ جو ابدی، قطعی اور غیر مقطوع ہے اس کو زندگی نہ کہا جائے اور دنیا میں چند روز کے لئے عارضی طور پر رہنے کو زندگی کہا جائے۔

اگر کثرت کو اصل چیز کہا کرتے اور قلیل کو چھوڑتے ہیں تو ایمان اور کفر کا بھی یہی حال ہے۔ جن کو ہم مومن کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کفر کا کوئی حصہ ان کے اندر ہو اور جن کو ہم کافر کہتے ہیں ان کے اندر ایمان کا حصہ ہو لیکن باوجود اس کے ہم ایک کو مومن کہتے ہیں اور دوسرے کو کافر۔ کیونکہ اس وقت ہماری نگاہ کثرت پر ہوتی ہے اور جس چیز کی کثرت کسی شخص میں پائی جائے اسی کے لحاظ سے ہم اس کا نام رکھتے ہیں۔ مومنوں میں تو ایسے انسان ہوتے ہیں۔ جن میں ذرا بھی کفر نہیں پایا جاتا لیکن کافروں میں سے کم ایسے ہوتے ہیں جن میں ایمان ہوتا ہے۔ لیکن جن میں ہوتا ہے وہ اتنا تھوڑا ہوتا ہے کہ اس کی بناء پر انہیں مومن نہیں کہا جا سکتا۔ جب یہ حالت ہے - تو پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا کی عارضی زندگی کو تو زندگی کہیں اور موت کے بعد کی حالت کو جس میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہوتا ہے زندگی نہ کہیں اور اس کا نام زندگی نہ رکھیں۔

موت دراصل تبدیلئ حالت کا نام ہے اور دراصل زندگی اس کے بعد شروع ہوتی ہے جو دائمی ہے اس لئے یہاں بھی کثرت و قلت کا لحاظ ہوگا اور جس کی کثرت ہوگی۔ وہی حقیقی زندگی ہو گی۔ اور وہ وہی زندگی ہے جو اس فانی زندگی کے بعد ہے اس بارے میں مال و جان کا کوئی سوال نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ انسان دنیا میں مال و جان کو اپنا مقصد نہیں سمجھتا۔ بلکہ عزت اور نیک نامی کو اصل چیز

سمجھتا ہے۔ دیکھو مال کی خاطر کوئی جان نہیں دیتا بلکہ عزت کے لئے دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ مال دے کر بچ جائے گا تو وہ مال دے دے گا مگر اس کی خاطر اپنی جان نہ دے گا جو لوگ مال کی خاطر لڑتے ہیں وہ اس لئے لڑتے ہیں کہ جانتے ہیں ذلت کی زندگی عزت کی موت سے ادنیٰ ہے اور ظالم کے آگے سر جھکا دینا بے حیائی ہے۔ اس لئے اگر انہیں جان بھی دینی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہیں کرتے۔ تو ایسے لوگ بھی عزت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ پس اصل چیز عزت ہے۔

عزت کے معنی ہیں غلبہ اور الزام سے بریت اور ایک شخص الزام سے بری اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے اور آخرت کی عزت بغیر ایمان کے نہیں ہو سکتی۔ پس جب تک ایمان نہیں۔ تب تک کسی کی بھی عزت نہیں کیونکہ اگر خدا ہے اور اس کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ہم لوگوں کو خدا کی صفات میں سے حصہ لینے اور ان سے متصف ہونے کی توفیق ملی ہوئی ہے۔ تو عزت کے یہی معنی ہیں کہ خدا کے قریب ہوں اور اس کی صفات سے متصف۔ پس عزت کے یہی معنی ہیں کہ ایک شخص ان ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد کی گئی ہیں۔پس جو شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتا۔ وہ معزز نہیں۔ کیونکہ جس کے اندر ایمان نہیں۔ اسے کسی غالب ہستی کا سہارا نہیں۔ جب یہ حالت ہے تو پھر کون سی چیزیں ہیں۔ جن کے لئے وہ قربانیاں کرے۔ اخلاق، علم، حب وطن۔ یہ سب ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

حب وطن یہی ہے کہ ایک شخص یہ جانتا ہو۔ اگر میرا ملک کسی دوسرے کے قبضہ میں آگیا تو میں امن میں نہیں رہ سکوں گا۔ اس طرح حب وطن بھی عزت کا حصہ ہے۔ علم بھی عزت کا حصہ ہے۔ مال تو ادنیٰ چیز ہے سب سے اعلیٰ چیز ایمان ہے۔ پھر ایسی چیز کی حفاظت کی کوئی شخص اگر کوشش نہیں کرتا تو پھر کس کی کرے گا۔

کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ مال کی نگرانی ایک دفعہ کر کے پھر چھوڑ دے۔ کیا زمین دار زمین میں بیج ڈال کر پھر اس کی حفاظت ترک کر دیتا ہے۔ کیا ایک ماں اپنے بچے کو ایک دفعہ دودھ پلا کر پھر دودھ پلانا بند کر دیتی ہے۔ کیا کسی عقلمند کو دیکھا ہے آج لباس پہنے اور کل نہ پہنے۔ کبھی کسی شخص کو دیکھا ہے آج کھانا کھائے اور کل نہ کھائے۔ سوائے اس کے کہ وہ عبادت یا حفظان صحت کے لئے ایسا کرے۔ کبھی نہیں دیکھو گے کہ ایک شخص ایک دفعہ کھائے اور پھر بند کر دے۔ کبھی نہیں دیکھو گے کہ ماں ایک دفعہ اپنے بچے کو دودھ پلا کر پھر چھوڑ دے۔ کبھی نہیں دیکھو گے کہ ایک وقت پانی پی

کر ہمیشہ کے لئے کوئی شخص پانی پینا بند کر دے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیوں ایسا ہوتا ہے اور کیوں ان کاموں کو مسلسل کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ہر شخص سمجھتا ہے اور ہر فطرت اس بات کو پہچانتی ہے کہ محبوب چیزیں ہر وقت کی حفاظت چاہتی ہیں۔ جتنی کوئی چیز محبوب ہوگی۔ اتنی ہی اسکی حفاظت ضروری ہوگی۔ پس ایمان جو کہ سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے کیا اس کے لئے یہ درست نہیں کہ اس کی ہمیشہ حفاظت کی جائے۔

دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہیں۔ جو بعض محبوب چیزوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور لوگ ان سے بچانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً انسان کے لئے بیماری ہے۔ مال کے لئے چور ہے۔ کھیتی باڑی کے لئے خراب موسم ہیں۔ گویا یہ ان چیزوں کے دشمن ہیں۔ جو اس تاک میں لگے ہوتے ہیں کہ ان کو نقصان پہنچائیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہو گا جو ان کے بچانے کے لئے ان کی حفاظت نہ کرتا ہو۔ ہر شخص ان کی حفاظت کرتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ اگر حفاظت نہ کی جائے تو نقصان ہو گا۔ ایسا ہی ایمان کی حالت ہے۔ اس کی بھی اگر حفاظت نہ کی جائے تو اس کے بھی چور ہیں جو اس کو فوراً تباہ کر دیتے ہیں۔ مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ لوگ ان چیزوں کی تو ہر طرح حفاظت کرتے ہیں جو گو محبوب تو ہیں لیکن اتنی نہیں جتنا ایمان ہے مگر ایمان کی حفاظت نہیں کرتے۔ جو سب سے زیادہ محبوب ہے اور جس کے لئے ہمیشہ کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ میں نے کبھی کسی کو غصہ سے ران پر ہاتھ مار کر یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ ہر روز کم از کم دو دفعہ کھانا پڑتا ہے۔ میں نے کبھی کس کو افسوس کے ساتھ ہاتھ مل کر یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ ہر دم سانس لینا پڑتا ہے۔ میں نے کبھی کسی ماں کو سرد آہیں بھر کر یہ کہتے نہیں سنا کہ مجھے ہر وقت بچہ کو دودھ پلانا پڑتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ان چیزوں کو قیمتی سمجھتے ہیں اور یہ چیزیں ان کی نگاہ میں محبوب ہیں۔ اس لئے وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس میں کوئی تکلیف اور دقت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ راحت اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ایک ماں ہی کو دیکھو۔ وہ بچہ کو دودھ بھی پلاتی ہے۔ اس کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں بھی برداشت کرتی ہے۔ اس کے لئے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالتی ہے مگر وہ اس بات کو نہیں چھوڑتی جو اس کے نزدیک محبوب ہے وہ ہر طرح بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ دودھ پلانے سے اگر وہ سمجھتی ہے کہ بچے کے آرام میں ابھی کسر ہے تو وہ اسے تھپکنا شروع کر دیتی ہے۔ تھپکنے سے اگر وہ سمجھتی ہے کہ آرام نہیں آیا۔ تو وہ لوریاں دینا شروع کر دیتی ہے۔ اگر لوریاں دینے سے بھی

اس کا دل تسلی نہیں پکڑتا تو اسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے غرض وہ اپنی عقل، اپنی سمجھ، اپنی طاقت کے مطابق ہر طرح اس کی حفاظت کرتی ہے اور اس سے تھکتی نہیں اور نہ ہی اس سے تکلیف محسوس کرتی ہے بھلا کسی ماں کو کہہ تو دیکھو کہ تو کیوں سردیوں میں تکلیف برداشت کرتی ہے۔ کہ گیلی جگہ سوتی ہے اور بچہ کو سوکھی جگہ سلاتی ہے۔ آپ سردی برداشت کرتی ہے اور اسے گرم رکھنے کے لئے بے چین رہتی ہے۔ تجھے کیا پڑی ہے کہ یہ تکلیفیں اٹھاتی ہے۔ بچہ اگر پیشاب کرتا ہے تو دھوتی ہے اور شکایت نہیں کرتی۔ اس کی خاطر اپنی نیند خراب کرتی ہے۔ ساری ساری رات اس کو آرام پہنچانے میں جاگتی ہے۔ کوئی اگر کسی ماں سے یہ کہے کہ تو کیوں ایسا کرتی ہے تو دیکھو پھر کس طرح وہ پیچھے پڑتی ہے۔ چونکہ وہ بچہ اسے محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے لئے سب کچھ کرتی ہے۔ پس جس چیز کی جتنی قیمت زیادہ ہوگی۔ اتنی ہی اس کی حفاظت و نگرانی کی جائے گی۔

ایمان جو ساری عزتوں سے بڑھ کر ہے۔ جو سارے مالوں سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ جو ساری محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ سب سے زیادہ حفاظت بھی چاہتا ہے۔ جس طرح ایک شخص دوسری محبوب اور قیمتی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے اور تھکتا نہیں ۔ اس طرح ایمان کی بھی متواتر حفاظت ہونی چاہئے اور متواتر حفاظت کرتے ہوئے تھکنا نہیں چاہئے۔

مگر افسوس ہے کہ لوگوں پر مختلف دور آتے ہیں۔ ہم ایک وقت تو ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر دوسرے وقت میں نہیں کرتے اگر ہمیں ایمان کی محبت ہے تو کیا وجہ ہے کہ جس طرح ہم روز روٹی کھاتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ روز پانی پیتے ہیں اور بیزار نہیں ہوتے۔ روز سوتے ہیں مگر گرانی محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح ایمان کی حفاظت نہیں کرتے۔ ہم ایک وقت تو اس کی حفاظت کے کام کو اختیار کرتے ہیں مگر دوسرے وقت میں اسے ترک کر دیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ماں ہر روز بچے کو دودھ پلاتی ہے اور اس دودھ پلانے سے وہ تھکتی نہیں مگر وہ ایک ایسی چیز کی حفاظت سے تھک جاتی ہے یا حفاظت کا نام ہی نہیں لیتی جو اس کے بچے سے بھی زیادہ قیمتی اور زیادہ محبوب ہے اور اس کے بچہ سے زیادہ حفاظت کی محتاج ہے۔

ایمان بھی غذا سے پلتا ہے۔ کبھی علم سے اسے غذا دی جاتی ہے اور کبھی عمل سے اسے پانی دیتے ہیں۔ بغیر اس کے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور ایک نازک پودے کی طرح جو ذرا سی بے احتیاطی سے مرجھا جاتا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے ضائع ہو جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض افراد ایک وقت تو اس کی حفاظت کرتے ہیں مگر دوسرے وقت چھوڑ دیتے ہیں بعض جماعتیں ہیں جو ایک وقت

تو کام پر بے حد زور دیتی ہیں لیکن دوسرے وقت پھر غافل ہو جاتی ہیں اور اس طریق سے ایمان کی وہ حفاظت نہیں ہو سکتی جو ہونی چاہئے۔ جس طرح ہم جان کی حفاظت کے لئے باقاعدہ غذا کھاتے ہیں۔ اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لئے ہمیں علم و عمل کی باقاعدگی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہیں تو ہمارا ایمان بھی محفوظ نہیں۔ پس اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

بے شک خدا تعالیٰ نے آرام کے لئے بھی وقت رکھے ہیں۔ مثلاً" نیند ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ جب انسان کام کرتے کرتے تھک جائے تو سو کر تازہ دم ہو جائے لیکن نیند کے یہ معنی نہیں کہ ایک شخص ہمیشہ سویا ہی رہے۔ نیند تو کام کرنے کے بعد آرام لینے کو کہتے ہیں۔ کیا تم سال بھر لگا تار سویا کرتے ہو۔ اگر نہیں تو اس کے کیا معنی کہ ایک وقت تو کام کرو اور پھر ایک لمبا عرصہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہو اور اس حد تک غفلت اختیار کرو کہ ایمان خطرہ میں پڑ جائے۔ بیشک قبض اور بسط کے ماتحت انسان پر دونوں کیفیتیں آتی ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر وقت ہی انسان اپنے آپ کو قبض کی حالت میں رکھے اور خیال ہی نہ کرے کہ مجھ پر کبھی بسط کی حالت بھی آسکتی ہے۔ دیکھو تم سوتے بھی ہو اور جاگتے بھی ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ تم ہمیشہ سوتے ہی رہو۔ اسی طرح قبض اور بسط کی حالت ہے۔ قبض آتی ہے مگر وہ کسی بسط کے لئے آتی ہے نہ یہ کہ ہمیشہ انسان پر مستولی رہنے کے لئے آتی ہے اور یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک انسان کو جب نیند آگئی تو پھر بیداری آ ہی نہیں سکتی۔ اگر ایسا ہو کہ بیداری نہ آئے تو لوگ مر جائیں اور زندہ نہ رہیں۔ ابھی نیند کی ایک بیماری نکلی ہے۔ جس میں انسان دو تین ماہ سوتا ہے اور پھر مر جاتا ہے لیکن بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے سونے کے اوقات کی نسبت جاگنے کے اوقات سے لگائی جائے۔ تو وہ سال میں چھ ماہ سوتے ہیں لیکن مرتے نہیں۔ کیونکہ وہ مسلسل نیند میں نہیں رہتے۔ اگر یہ بھی متواتر سوئیں۔ تو مر جائیں۔ یہی حالت ایمان کی ہے۔ اس پر بھی قبض اور بسط کی حالت آتی ہے لیکن قبض کی حال مسلسل اور متواتر چلی جائے تو ایمان مر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور ہمیشہ اپنے آپ کو قبض کی حالت میں رکھے گا تو یقیناً اس کے ایمان پر موت آجائے گی۔

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایمان کی حفاظت کریں اور یہ نہ کریں کہ ایک وقت تو ہوشیار ہوں اور دوسرے وقت غافل اور کمزور۔ کیونکہ جو لوگ ہر وقت ہوشیار اور چوکس نہ ہوں گے ان کے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔

ایمان ایک موہبت اور انعام ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی بے قدری کرتا ہے تو وہ اس سے

چھن جاتا ہے۔ میں کسی اور موقع پر اس کو بیان کروں گا۔ کہ موہبت بھی بغیر کسی عمل کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس وقت میں قادیان کی جماعت کو خصوصاً اور باہر کی جماعتوں کو عموماً یہ تاکید کرتا ہوں کہ انہیں ہرگز سست نہ ہونا چاہئے۔ ایک دن کی سستی بعض اوقات ایمان کے ضائع ہو جانے کا باعث ہو جاتی ہے اور ذرا سی بے قدری صلب نعمت کا باعث بن جاتی ہے۔

ایمان کا پودا سب سے نازک پودا ہے۔ اگر اس کے متعلق سستی کی جائے تو فوراً مرجھا جاتا ہے۔ اس کا بڑھانا مشکل ہوتا ہے لیکن اسے سکھانا آسان ہے۔ انسان ایک وقت میں ولی نہیں ہو جاتا بلکہ بڑی محنت اور بڑے بڑے مجاہدات کے بعد ولی ہوتا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک فوری تغیر انسان میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ چور سے قطب بن جاتا ہے لیکن مجھے اس جگہ اس کی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں بعض ایسی باریک باتیں ہیں کہ انسانی عقل ان کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور پھر یہ بات بھی یونہی نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اپنے جذبہ عقیدت اور خیالات کے فوری تغیر سے محض بطریق موہبت ایک شخص ان سب مراحل کو برخلاف عام لوگوں کے جلدی طے کر لیتا ہے جو اس مقام پر پہنچنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ مگر اس قسم کے واقعات تقدیر خاص کے ماتحت ہوتے ہیں۔ عام طور پر واقع نہیں ہوتے۔ عام طور پر تو یہی بات ہے کہ بڑی بڑی محنتوں بڑی بڑی ریاضتوں اور بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد ایک شخص مقام ولایت پاتا ہے لیکن اس کے بالمقابل کفر کی یہ حالت ہے کہ آنکھ جھپکتے ابھی دیر لگتی ہے لیکن کفر کے گڑھے میں گرتے دیر نہیں لگتی۔ ایک لحہ کے اندر اندر انسان کے قلب سے ایمان اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح تیر کمان سے۔

دیکھو جب حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں بلعم باعور کھڑا ہوا تو وہ کس سرعت کے ساتھ گرا۔ سالہاسال کی کوششوں اور محنتوں کے بعد اس کی دعائیں قبول ہونی شروع ہوئی تھیں۔ مگر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں کھڑے ہونے سے یک لخت گر گیا۔ یہ عام بات ہے۔ چڑہائی مشکل ہوتی ہے اور اترائی آسان ہے۔ اوپر سے بوجھ پھینک دینا آسان ہے لیکن نیچے سے اٹھا کر اوپر چڑھانا مشکل ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے۔ پس ایمان کی حفاظت کرو اور اس کی حفاظت یہی ہے کہ اس کی طرف سے غفلت نہ کرو۔ تم دنیا میں معمولی سے معمولی چیزوں کی حفاظت میں لگے رہتے ہو۔ لیکن اگر ایمان جیسی قیمتی چیز کی حفاظت تم چھوڑ دو۔ تو اس سے بڑھ کر خطرناک بات اور کوئی نہیں ہوگی۔ پس اس بات کا خیال رکھو کہ متواتر اس کی حفاظت ہو۔ یہ نہیں کہ ایک وقت تو تم جوش سے کام کرو اور

دوسرے وقت بالکل خاموش ہو جاؤ۔

آنحضرت ﷺ ایک دفعہ ایک عورت کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس نے چھت کے ساتھ ایک رسی باندھ رکھی تھی۔ آپؐ نے جب اسے دیکھا تو پوچھا۔ یہ رسی کیسی ہے۔ اس نے عرض کی کہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے بیدار رکھنے کے لئے اس سے اپنے سر کی چوٹی باندھ لیتی ہوں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ عبادت وہی اچھی ہے جس میں دوام ہو اور جسے آسانی کے ساتھ ایک شخص نبھا سکے۔ تو دوام نہایت ضروری چیز ہے اور ہر ایک شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایمان کی حفاظت کے لئے ہمیشگی اختیار کرے۔

اس موقع پر شائد کوئی کہے کہ چونکہ ہم پر بڑے بڑے بوجھ لادے گئے ہیں۔ اس لئے ہم اپنی کوششوں کو دائم برقرار نہیں رکھ سکتے۔ ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنی مالی اور جسمانی قربانیوں کو پہلی قربانیوں کے سامنے رکھ کر دیکھے۔ جو پہلے لوگوں نے کیں۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے مقابل پر ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ جب یہ بات ہے کہ پہلی قربانیوں کے بالمقابل ہماری قربانیاں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ہم پر بوجھ لادے گئے ہیں اور ہم دائمی طور پر انہیں اٹھا نہیں سکتے۔ ابھی تو تم نے فرض بھی پورے نہیں کئے۔ کجا سنن، وتر اور نفل۔ نوافل کے متعلق تو یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ زیادہ ہیں یا کم لیکن ابھی تو جو کچھ تم کر رہے ہو یا جو کچھ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہ سب فرائض میں ہی داخل ہے۔ ابھی تو تم نے وہ قربانیاں کرنی ہیں جو بطریق سنن سمجھنی چاہئیں۔ پھر ایسی قربانیاں بھی کرنی ہیں جن کا تمہیں حکم تو نہیں مگر تم نے اپنی خوشی سے کرنی ہیں۔ ان کو بطور نوافل کے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ابھی سے یہ کہنا جبکہ ابھی فرض بھی پوری طرح ادا نہیں ہوئے، کہ یہ بوجھ ہیں اور ہم دائمی طور پر انہیں قائم نہیں رکھ سکتے۔ خطرناک بات ہے اور اگر یہی حال ہے تو پھر ان قربانیوں کی کوئی امید نہ کرنی چاہیئے جو بطریق سنت تم نے کرنی ہیں اور ان قربانیوں کی بھی کوئی امید نہ رکھنی چاہیئے جو بطریق نفل تم نے کرنی ہیں کیونکہ جب تم فرائض کے ادا کرنے سے ہچکچاتے ہو تو سنت، نفل، وتر وغیرہ کی کس طرح توقع ہو سکتی ہے۔

پس تمہیں ہوشیار ہو جانا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں ورغلائے کہ تمہاری قربانیاں بڑھ گئیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بڑھ نہیں گئیں بلکہ وہ تو ابھی پوری بھی نہیں ہوئیں اور بہت ہی کم ہیں جب تم اس مقام پر پہنچو گے کہ یہ پوری ہو جائیں تو پھر ایسی قربانیاں شروع ہونگی جو سنت کے طور پر ہونگی پھر ان کے بعد وہ قربانیاں ہونگی جو اپنی خوشی کے ساتھ کی جائیں گی۔ اور وہ نفل کے طور

پر ہو نگی۔ پس فرائض کی ادائیگی پر نہ اتراؤ۔ کیونکہ ایسا شخص جو فرائض پر اتراتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایمان میں سستی نہ کرو۔ وہ جماعتیں جو کل کام کرتی تھیں اور آج نہیں کرتیں۔ وہ شخص جو ایک وقت کام کرتا تھا اور دوسرے وقت اس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ وہ پہاڑ سے نیچے گر رہا اور خدا سے دور جا رہا ہے۔ پس ان کو ڈرنا چاہئے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم میں سے سب کو ایمان کی حفاظت کی توفیق دے اور میں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ سستی نہ کریں۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ کسی کا ایمان ہم میں سے لے لیا جائے۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم ہر لحظہ اس کے فضل کی تلاش کرتے رہیں اور اس کا رحم طلب کریں کیونکہ اس کے فضل کے بغیر ہم میں سے کسی ایک کے لئے ایک گھڑی بھی گزارنی مشکل ہے۔ پس میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہم پر اپنا فضل اور رحم فرماتا رہے اور ہمیں ایمان کی حفاظت کی توفیق بخشے ہم میں سے کسی کا ایمان نہ چھینے بلکہ اس کو محفوظ رکھے اور محفوظ رکھنے کے طریق اختیار کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل ۵ نومبر ۱۹۲۵ء)

ا۔ بخاری کتاب الایمان باب احب الدین الی اللہ ادومہ۔